خوابوں کا دفاع

ایک اُستاد کہتے ہیں: کہ میرا تبادلہ ایک پرائمری اسکول میں ہوا۔ پرنسپل نے مجھے تیسری جماعت پڑھانے کے لیے دی۔ انھوں نے کہا: میں تم سے صاف صاف بات کرتا ہوں۔ ہمارے اسکول میں تیسری جماعت کے تین سیکشن ہیں۔ اس تعلیمی سال ہم نے باقی اُساتذہ کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا ہے کہ اُن میں سے دو سیکشنز میں بہترین طالب علم ہوں گے اور جو تیسری کلاس تمہیں ملی ہے اُس کے تمام طالب علم ناکام اور نا اُمید ہیں۔ اگر تم ان میں سے تین یا چار کو بھی بہتر بنا سکے تو تمہیں پورا احترام ملے گا اور اگر نہ بنا سکے تو کوئی الزام نہیں، کیونکہ اُن کے والدین بھی اُن کی تعلیمی قابلیت کے بارے میں جانتے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد اُستاد صاحب کلاس میں داخل ہوئے اور ہر طالب علم سے پوچھا: تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ کچھ نے کہا: فوجی افسر، کچھ نے کہا: ڈاکٹر اور کسی نے کہا: انجینئر۔ یہ سن کر اُستاد کا دل باغ باغ ہو گیا اور اُس نے کہا: خدایا تیرا شکر ہو! ان کے خواب اب تک مرے نہیں ہیں۔

اگلے ہی دن انھوں نے بچوں کی نشستیں اُن کے خوابوں کے مطابق بدل دیں یعنی افسر ایک ساتھ بیٹھیں، ڈاکٹر ایک ساتھ، انجینئر ایک ساتھ نیز اُن کی کتابوں پر بھی اُن کے خواب کا لقب لکھ دیا: افسر عمران، ڈاکٹر امجد اور انجینئر خالد! پھر انھوں نے اپنی تدریس کا آغاز کیا اور اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لی کہ یہ سب بچے دوسرے بچوں کی طرح قابل ہیں، کمزور نہیں ہیں۔

یقیناً ان میں سے کوئی غلطی کرتا، کوئی سستی کرتا اور کوئی ہوم ورک نہیں کرتا تھا تو یہاں سزا دینے کی باری آئی۔ لیکن اُستاد صاحب کی سزا مختلف تھی۔ وہ انھیں مارتے نہیں تھے بلکہ صرف اُن کا لقب چھین لیتے۔ پھر انہیں ایک خاص جگہ بٹھا دیتے جس کو ”گلی“ کا نام دیا تھا۔ اور یہ سزا بچوں کو بہت تکلیف دیتی پھر وہ اپنی پوری کوشش کرتے کہ دوبارہ اپنی کرسی اور اپنا پسندیدہ لقب واپس حاصل کریں۔ اس طریقے سے اُن کا معیار بلند ہوتا چلا گیا۔ وہ روزانہ ہوم ورک کرتے، دل لگا کر پڑھتے۔ اُستاد صاحب کبھی کبھار اُن بچوں کو تحفے بھی اُن

کے خواب کے شعبے سے متعلق دیتے۔

پہلے سمسٹر کے آخر میں پوری کلاس کو پڑھائی، اسکول اور اُستاد سے محبت ہوگئی۔ اب شاذ و نادر ہی کسی بچے کو ''گلی'' میں بیٹھانا پڑتا۔ سال کے آخر میں، اس کلاس نے باقی دونوں کلاسوں کو بڑے فرق سے پیچھے چھوڑ دیا اور اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

پرنسپل اور دوسرے اُساتذہ نے اُس کلاس کے ٹیچر سے پوچھا: خدارا ہمیں بتاؤ کہ تم نے کون سا تدریسی طریقہ اپنایا جس نے ان بچوں کو اتنا بدل دیا اور ان کا معیار حیران کن حد تک بلند کر دیا؟ تو اُستادِ محترم کا جواب یہ تھا: میرا تدریسی طریقہ اور انداز تمہارے جیسا ہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے ہر طالب علم کو اپنے خواب کا دفاع کرنے پر لگا دیا۔

یہ کہانی سیکھاتی ہے کہ یقیناً اگر اُستاد بچے کے ذہن میں یہ بیٹھا دے کہ وہ جو چاہے وہ بن سکتا ہے تو ہر بچہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ اُستاد بادشاہ نہیں ہوتا لیکن بادشاہ بنا دیتا ہے۔ آج عالمی یومِ اُساتذہ ہم سبھی کو دعوت دیتا ہے کہ اپنے اُستادوں کا احترام کریں، انھیں خراجِ تحسین پیش کریں کیونکہ ہماری کامیابی انہی کی بدولت ہے۔